DARYAFT: ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 15, Issue 01,(June 2023): DOI # https://doi.org/10.52015/daryaft.v15i01.314

ڈاکٹر روبینہ پروین
ٹیچنگ ریسرچ ایسوسی ایٹ، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد

سفرناموں کا تکنیکی اور اسلوبیاتی مطالعہ

Dr. Robina Parveen
Teaching Research Associate, International Islamic University, Islamabad

A Technical and Stylistic Study of Travelogues

ABSTRACT

Travel is a very important part of human life. Since time immemorial, every human used to travel from one place to another and would save the events and observations that occurred during the journey in his heart and mind and on his return, he would include other people in his travel experiences. This desire to tell a story led to the writing of travelogue. A travelogue is a narrative genre of prose literature in which a traveler describes in writing the events, experiences, and observations he has witnessed. It not only describes external conditions, but also expresses internal emotions and feelings. Travelogue is a very important genre of Urdu literature and by the time it qualitity and quality is increasing. This article discuses Urdu travelogues, its numerous techniques and styles.

Keywords: *Travelogue, Literature, Experiences, Techniques, Style, Novel, Diary*

تکنیک طریقے یا انداز کو کہتے ہیں۔ ادیب و شاعر جس ذریعے سے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا ہے وہ تکنیک کہلاتا ہے۔ تکنیک ایک ایسا طریقہ ہے جس کو اپنا کر تخلیقی جذبے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ہر صنف کے لیے ایک الگ تکنیک کی ضرورت پڑتی ہے۔ داستان،، ناول، ڈرامہ، سفر نامہ، ہر ایک کی تکنیک دوسرے سے مختلف ہے کسی ایک صنف میں بھی مختلف تکنیکیں استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اظہار کی قوت مختلف تکنیک کی متقاضی ہوتی ہے۔ بقول ڈاکٹر احسن فاروقی:

> یہ امر ہمیشہ سے مسلّم ہے کہ فن کے لیے تکنیک ضروری ہے لیکن اگر وہ فن میں چھُپ نہ سکے تو فن بناوٹی ہو جاتا ہے اور اپنے مقصد سے ہٹ جاتا ہے۔(۱)

Received: 13thFeb, 2023 | Accepted: 10th June, 2023 | Available Online: 30th June, 2023
DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

ہر تخلیق کار اپنے خیالات و احساسات اور تجربات کو بیان کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتا ہے۔ یہی طریقے تکنیک کہلاتے ہیں۔ تکنیک کے استعمال کے لیے تخلیق کار کے ذہن میں کچھ تصورات ہوتے ہیں۔ کسی بھی صنف کے لیے تکنیک نہایت ضروری ہے۔ سفر نامہ ایک ایسی صنف ہے جس میں تکنیک کے نت نئے تجربات کیے جا رہے ہیں۔ اردو کے ابتدائی سفر نامہ نگاروں نے اپنے سفر نامے، خطوط، ڈائری اور روزنامچے کی تکنیک میں تحریر کیے تھے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسری اصناف کی طرح سفر ناموں میں بھی کئی تکنیکیں استعمال کی گئیں ہیں جیسے فلیش بیک، رپورتاژ، مکالماتی، آپ بیتی وغیرہ۔ سفر نامہ نگار اپنی تخلیقات میں تکنیک کا استعمال ایک خاص تاثر پیدا کرنے اور لوگوں کو چونکانے کے لیے کرتے ہیں تاکہ وہ دوسرے لوگوں سے الگ نظر آئے مگر بعض اوقات وہ شعوری اور لاشعوری بھی تکنیکی حربے استعمال کرتے ہیں تاکہ ان کی تحریر پُر اثر ہو جائے۔ ابتدائی عہد کے تمام سفر نامے بیانیہ تکنیک میں لکھے گئے تھے۔ اردو کے ان قدیم سفر ناموں میں بالعموم یہ طریقہ رائج رہا ہے کہ سفر نامہ نگار اپنے سفر ناموں میں دوسرے ملکوں اور خطوں کی تاریخی، جغرافیائی، تہذیبی اور معاشرتی معلومات فراہم کرتے تھے تاکہ دوسرے لوگ ان کو پڑھ کر مشکلوں اور پریشانیوں سے بچے رہیں۔ سفر نامے کی مختلف تکنیکوں کے بارے میں شفیع عقیل لکھتے ہیں:

> دنیا کی ہر زبان میں سفر نامہ مختلف صورتوں میں موجود ہے، یادداشتوں کے روپ میں، ڈائریوں کی شکل میں، روزنامچوں کے انداز میں، آپ بیتی کی صورت میں، احوال و آثار کی تحریروں میں، خطوط کی طرز پر۔ (۲)

اُردو کے نامور سفر نامہ نگاروں یوسف خان کمبل پوش نے عجائبات فرنگ (۱۸۴۷ء)، مسیح الدین علوی نے سفیر اودھ (۱۸۶۵ء)، منشی محبوب عالم نے سفر نامہ یورپ (۱۹۰۰ء)، محمد حسین آزاد نے سیر ایران (۱۸۸۶ء)، کریم الدین کریم نے سیاحت نامہ (۱۸۳۹ء)، سر سید احمد خان نے مسافرانِ لندن (۱۹۶۰ء) اور شبلی نعمانی نے اپنے سفر نامہ روم و مصر و شام (۱۸۸۱ء) میں ملک کی حالت، انتظامیہ کا طریقِ کار، عدالت کا اصول، ملک کا جغرافیہ، تجارت کی کیفیت اور عمارتوں کے نقشہ جات وغیرہ کو سفر نامے کا حصہ بنایا ہے اور یہ سفر نامے سفری گائیڈ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے مگر آج کا سفر نامہ کہانی کی صورت میں لکھا جا رہا ہے۔ سفر نامہ چونکہ واحد متکلم میں لکھا جاتا ہے، اس لیے اس میں آپ بیتی کا انداز نظر آتا ہے اور سفر نامے میں دلچسپی کا عنصر بڑھ جاتا ہے۔ سفر نامے کی تکنیک میں اہمیت اس بات کی ہے کہ سفر نامہ کس وقت لکھا گیا اور لکھنے والے نے اپنی یادداشتوں کو کیسے محفوظ کیا ہے۔ سفر نامے کی تکنیک کے جو جو تجربات کیے گئے ہیں ان کا مختصراً احوال درج ذیل ہے۔

خطوط کی تکنیک:

جو سفر نامے دورانِ سفر لکھے گئے ہیں ان سفر ناموں میں کئی سفر نامے خطوط کی تکنیک میں ہیں۔ اس طریقے میں مکتوب نگار اپنے تجربات اور احساسات میں مکتوب الیہ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہے کیوں کہ خطوط کا مخاطب تو فاصلے پر موجود ہوتا ہے اور وہ مناظر کے حُسن و لطافت میں بالواسطہ شریک ہوتا ہے اور سیاح وہ کیفیت جو اُس نے خود محسوس کی ہوتی ہے مکتوب الیہ کو بھی منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسا بیانیہ صداقت پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ سیاح آنکھوں دیکھا حال فوری طور پر دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ اس تکنیک کے بارے میں ڈاکٹر شہاب الدین لکھتے ہیں:

> اس میں سفر نامہ نگار اپنے گھر کے افراد، دوست، رشتہ دار یا کسی دیگر متعلق شخص کو خط کے ذریعے احوالِ سفر سے واقف کراتا ہے۔ چوں کہ اس تکنیک میں بھی حالات و واقعات دورانِ سفر ہی تحریر کیے جاتے ہیں اس لیے اس میں بھی واقعات و جذبات کی تازگی اور صداقت کے عناصر موجود ہوتے ہیں۔[۳]

جیسے عطیہ فیضی کا سفر نامہ زمانۂ تحصیل (۱۹۲۲ء)، عبد الغفار خاں کا سفر نامہ سیر دکن (۱۹۸۶ء)، شیخ عبد القادر کا مقامِ خلافت (۱۹۵۵ء)، نازلی رفیعہ سلطان کا سیر یورپ (۱۹۰۸ء)، خطوط کی تکنیک میں ہیں۔ اپنے سفر نامے لکھنے کے متعلق نازلی رفیعہ سلطان سیر یورپ کی تمہید میں یوں رقم طراز ہیں۔ ''اصل میں یہ وہ خطوط ہیں جو میں نے اپنے بزرگوں کے نام سیر یورپ کے حالات کے لکھے ہیں اس میں نہ عبارت آرائی ہے نہ قافیہ پیمائی۔''[۴]

ڈائری / روزنامچے کی تکنیک:

ڈائری / روزنامچے کی تکنیک اُن سفر ناموں میں ملتی ہے جو سفر کے دوران لکھے جاتے ہیں۔ ایسے سفر ناموں کے سیاح اپنا زیادہ وقت گھومنے پھرنے اور ارد گرد کے مشاہدے میں گزارتے ہیں اور وہ جو کچھ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اسے اپنے دل و دماغ یا کسی ڈائری پر لکھتے رہتے ہیں۔ سفر ختم ہونے کے بعد ان یادداشتوں کو سفر ناموں کی صورت میں تحریر کر دیتے ہیں۔ ایسے سفر ناموں میں سیاح چوں کہ تمام مناظر کو پھر سے یاد کر کے لکھتا ہے تو اس میں تخیل کو بھی راہ مل جاتی ہے۔ قدیم سفر ناموں میں بہت سے سفر نامے ڈائری کی تکنیک میں لکھے گئے ہیں۔ ان سفر ناموں میں سفر نامہ نگار دورانِ سفر کے تمام حالات و واقعات کو تاریخی ترتیب سے لکھتا ہے تو ایسا سفر نامہ ڈائری کی تکنیک اختیار کر لیتا ہے جس میں عام تجربات و مشاہدات ترتیب وار ہوتے ہیں۔ اس قسم کا سفر نامہ نہ صرف سماجی و معاشرتی تاریخ کو بیان کرتا ہے بلکہ حالات و واقعات پر سیاح کا فوری ردّ عمل بھی ظاہر کر دیتا ہے۔ اس قسم کے سفر ناموں کے متعلق ڈاکٹر قدسیہ قریشی یوں رقم طراز ہیں:

ایسے سفر نامے جو افسانوں، داستانوں سے زیادہ واقعات، حالات یار ہنمائے سفر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ابتدائی سفر ناموں کے ادب میں زیادہ اہم ہیں۔ یعنی یہ سفر نامے سفری روزناچوں یا گائیڈ بک کی شکل میں لکھے گئے، جنھیں شروع میں سفر کے متعلق نقشوں اور سفری معلومات کی اطلاع فراہم کرنے والی کتابوں کی صنف میں رکھا گیا۔(۵)

ڈائری کی تکنیک میں لکھے گئے سفر ناموں میں سچائی کا عنصر قدرے زیادہ پایا جاتا ہے کیونکہ دورانِ سفر سیاح جو کچھ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اس کو ہو بہو لکھ لیتا ہے۔ اس قسم کے سفر ناموں میں محمد طفیل کا سفر نامہ یورپ کا سفر نامہ (۱۸۸۷ء)، سیّد فدا حسین کا تاریخ افغانستان (۱۸۵۲ء)، نثار علی بیگ کا سفر نامہ یورپ (۱۸۹۰ء)، بیگم صغرا ہمایوں مرزا کا روزنامچہ بھوپال، آگرہ، دہلی کے حالات (۱۹۲۷ء)، ڈاکٹر وزیر آغا کا انگلستان کا سفر نامہ شامل ہے۔ یہ سفر نامے ڈائری اور روزنامچے کی تکنیک میں لکھے گئے ہیں۔ اس لیے ان میں مشاہدہ تازہ اور سچائی سے بھرپور ہے۔

ناول کی تکنیک:

دنیا کے تمام ادب میں ایسے بہت سے ناول اور افسانے لکھے گئے ہیں جن میں علاقائی جزئیات کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے۔ افسانہ ایک تخیلاتی صنفِ ادب ہے اور اس میں حقیقت کا عنصر بہت کم پایا جاتا ہے مگر سفر نامے میں گردوپیش کا مشاہدہ کر کے اپنے تجربات و احساسات کی روداد بیان کی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں بعض افسانہ نگاروں اور ناول نگاروں نے سفر کے پس منظر میں خوبصورت ناول اور افسانے لکھے ہیں جیسے فردوس حیدر کا ناول دائروں میں دائرے (۱۹۶۰ء) اور ڈاکٹر فرخندہ جالی کا گرین کارڈ (۱۹۸۵ء) یہ ناول کی ہیئت میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ ناول سفر نامہ بھی ہے اور اسے آسانی سے ناولوں کی صف میں جگہ دے سکتے ہیں۔ ان کی تکنیک کے متعلق ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں کہ:

سفر ناموں کو ناول کے انداز میں لکھنے کے دو تخلیقی تجربے حال ہی میں منظرِ عام پر آئے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ دونوں تجربے خواتین نے کیے ہیں۔ فردوس حیدر کا دائروں میں دائرے اور ڈاکٹر فرخندہ جالی کا گرین کارڈ ایسے سفر نامے ہیں جو کرداروں کے حوالے سے لکھے گئے ہیں اور جن میں ناول کے وسیع کینوس کو استعمال کر کے ان کرداروں کے گرد پوری کہانی بھی بُن دی گئی۔(۶)

اسی طرح مستنصر حسین تارڑ کا پیار کا پہلا شہر (۱۸۸۷ء)، قرۃ العین حیدر کا جہانِ دیگر (۱۹۷۴ء)۔ ان کے علاوہ عزیز احمد اور رفعت ملک کے بعض افسانوں اور ناولوں میں بھی غیر ملکی فضا کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے

لیکن اگر دیکھا جائے تو افسانے، ناول اور سفر نامے کے فنی تقاضے مختلف ہونے کے ساتھ یکساں بھی ہیں۔ جیسا کہ سفر ناموں میں چوں کہ سیاح ان دیکھی سرزمینوں کی سیر کرتا ہے۔ وہ نئی دنیا سے واقفیت پیدا کرتا اور انوکھے مناظروں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس طرح ناول نگار بھی اپنے ناولوں میں مختلف حادثات وواقعات اور مہمات کو بیان کرتا ہے اور یہی باتیں سفر نامے میں داستان اور افسانے جیسی دلچسپی پیدا کر دیتی ہیں۔

ڈرامائی / اطلاعی تکنیک:

سفر نامہ اپنے آغاز سے مسلسل ارتقائی سفر طے کر رہا ہے۔ اس میں ہیئت، موضوع اور اسلوب کے نِت نئے تجربات کیے گئے ہیں۔ مختلف تکنیکوں کو بروئے کار لا کر سفر نامے تخلیق کیے گئے اور سفر ناموں میں افسانے اور ناول کی سی تحیّر خیزی پیدا کی گئی ہے۔ اس طرح سفر نامے میں مکالمے کی مدد سے ڈرامائی ہیئت کا تجربہ بھی کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قدرت اللہ شہاب نے اپنے سفر نامے اے بنی اسرائیل (۱۹۶۰ء) میں میلوڈرامائی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی طرح اطلاعی نوعیت کی تکنیک کو طیب علی شاکر جبل پوری نے تذکرہ سیفی (۱۹۳۰ء)، میں استعمال کیا ہے۔ یہ سفر نامہ ایک الگ اور منفرد تکنیک میں ہے۔ اس سفر نامہ میں مختلف اخبارات سے اس سفر کے متعلق معلومات اکٹھی کر کے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ سفر نامہ اطلاعی نوعیت اختیار کر گیا ہے۔ اس تکنیک کے بارے میں سفر نامہ کے مرتبہ طیب علی عبدالرسول مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> اس سفر کے حالات ہم خود اپنے قلم سے نہیں لکھنا چاہتے بلکہ مختلف اخباروں کی مختلف اشاعتوں میں جو مضامین سفر مذکورہ کے متعلق شائع ہوئے ہیں ان سب کو ایک ترتیب کے ساتھ مع ضروری نوٹوں کے ہم اس کتاب میں جمع کر دیتے ہیں اور بس۔ (۷)

مگر اس تکنیک میں ابھی تک کم سفر نامے تخلیق ہوئے ہیں۔ یہ صنف زیادہ مستعمل نہیں ہے۔ آج کے سفر ناموں کے تکنیکی رنگ وروپ میں بہت زیادہ تنوع پیدا کیا گیا ہے۔ اس لیے اب ہمیں سفر نامہ کئی شکلوں میں ملے گا۔

آپ بیتی کی تکنیک:

سفر نامے میں سفر نامہ نگار کی نگاہ نہ صرف خارجی مناظر پر ہوتی رہتی ہے بلکہ اس کی باطنی زندگی بھی ہر لمحہ اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بہت سے حالات وواقعات ان کی اپنی ذات سے بھی وابستہ ہوتے ہیں اور وہ جب ان کو بیان کرنے لگتا ہے تو سفر نامہ آپ بیتی میں ڈھلنے لگتا ہے اور ایسے لگنے لگتا ہے کہ یہ دونوں سگی بہنیں ہیں۔ کیوں کہ دونوں اصناف میں ادیب یا سفر نامہ نگار اپنے آپ کو براہِ راست پیش کرتا ہے جیسے سر رضا علی کا اعمال نامہ (۱۹۴۴ء)، جعفر تھانیسری کا سفر نامہ کالا پانی (۱۹۲۳ء)، اور حمیدہ اختر کا ہم سفر (۱۹۸۰ء)، دونوں اصناف ایک دوسرے میں ایسے گڈمڈ

ہیں کہ بعض اوقات حمیدہ اختر کی آپ بیتی کو سفر نامہ اور مولانا تھانیسری کے سفر نامے پر آپ بیتی کا گمان ہوتا ہے۔ بقول رحمان مُذنب:

> سفر نامہ آج ادب کا قابلِ قدر اثاثہ ہے اس سے عین متصل آپ بیتی ہے۔ یہ دونوں سگی بہنیں ہیں کیوں کہ دونوں میں فن کار اپنے آپ کو براہِ راست پیش کرتا ہے اور گویا ہوتا ہے۔ اس طرح سے آپ بیتی بھی سفر نامہ ہے۔ یہ بھی ذاتی واقعات، واردات، معاملات، تجربات، محسوسات، جذبات اور نظریات کا مرقع ہوتا ہے۔ (۸)

رپورتاژ کی تکنیک:

رپورتاژ اخباری رپورٹ کو کہتے ہیں۔ اس میں تخیل کی رنگ آمیزی اور خارج سے متعلق نقطۂ نظر اسے سفر نامے سے الگ کر دیتا ہے۔ حج ناموں میں سفر ناموں کی نسبت رپورتاژ کے عناصر زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ممتاز مفتی کا لبیک (۱۹۷۵ء)،، بلقیس ظفر کا مسافتیں کیسی (۱۹۷۸ء) اور سید انیس جیلانی مقبوضہ ہندوستان (۱۹۷۰ء) رپورتاژ کی تکنیک میں ہے۔

فلیش بیک کی تکنیک:

کچھ سفر نامہ نگاروں نے فلیش بیک کی تکنیک کو بھی نہایت خوبصورتی اور کامیابی سے استعمال کیا ہے اور یہ فلمی اور ڈرامائی تکنیک ہے جس کے سہارے مصنف ماضی کی وادیوں میں چلا جاتا ہے اور حال کے ساتھ ساتھ ماضی کی داستان بھی اپنے سفر نامے میں اس خوب صورتی سے بیان کرتا ہے کہ وہ سفر نامے کا حصہ ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس طریقے کو فلیش بیک کہتے ہیں۔ اس تکنیک سے اشفاق احمد نے اپنے سفر نامے سفر در سفر (۱۹۸۱ء)، قرۃ العین حیدر دکھلایے لے جا کے اسے مصر کا بازار (۱۹۷۴ء)، ، محمود نظامی کا نظر نامہ (۱۹۵۸ء)، اور ممتاز مفتی نے ہند یاترا (۱۹۸۵ء)، میں اس تکنیک سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں کہ:

> اشفاق احمد کا سفر نامہ اس فلم کی طرح ہے جس میں فلیش بیک تکنیک سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ وہ ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں لیکن اگلے قدم پر ہی ماضی اس کا دامن تھام لیتا ہے۔ (۹)

جدید سفر نامہ نگاروں میں محمود نظامی بھی اپنے سفر نامے میں عہد رفتہ کی یادوں میں کھوئے رہتے ہیں اور اُن کا قلم بڑی روانی کے ساتھ اندرونی کیفیات و تاثرات کو پوری جزیات اور حاکمانہ قدرت کے ساتھ بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ بعض مقامات دیکھ کر چشم تصور میں زمانوں کا فاصلہ منٹوں میں طے کر کے اہرامِ مصر پہنچ جاتے ہیں اور ایک ایک جز کو ایسے سمیٹتے چلے جاتے ہیں کہ تمام واقعات پر صداقت کا گمان ہوتا ہے۔

منظوم سفر نامے کی تکنیک:

دنیائے ادب کے بہترین سفر نامے نثر میں ہی لکھے گئے ہیں اس لیے کہ نثر تفصیل کی زیادہ متحمل ہوتی ہے اور اس کے برعکس نظم منظوم صورت میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ منظوم سفر نامے نہیں لکھے جا سکتے بلکہ مثنوی اور مسدس کی ہیئت میں یہ سفر نامے لکھے گئے ہیں جو اس دور کی مقبول ترین صنف تھی اور کچھ حج ناموں میں نظم کی صنف کو عشق رسول ﷺ کے اظہار کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اردو کے منظوم سفر ناموں میں قلق لکھنوی کا سفر آشوب (۱۸۷۲ء)، سندھی خان صفی کا تحفۂ بنگال (۱۹۲۰ء)، ضیاء القادری بدایونی کا دیارِ نبی (۱۹۴۹ء)، واجد علی شاہ کا حزن اختر (۱۹۰۱ء) قابلِ ذکر ہیں۔

سفر ناموں کا اسلوب:

کسی بھی ادیب و فنکار کے طرزِ تحریر یا لکھنے کے انداز کو اسلوب کہتے ہیں۔ اسلوب کسی بھی شخصیت کا اندازِ تحریر ہے جس سے لکھنے والے کی ذات کا اظہار ہوتا ہے۔ یعنی کوئی مصنف اور شاعر اپنے تخلیقی اظہار کے لیے جو انداز یا رویہ اختیار کرتا ہے وہی اس کا اسلوب کہلائے گا۔ اس طرح اسلوب سے مراد طرزِ تحریر، انداز، اظہارِ بیان، طرزِ بیان، راہ، روش، اسٹائل، رنگ وغیرہ کے ہیں۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات کے مطابق:

> اسلوب سے مراد کسی ادیب یا شاعر کا وہ طریقہ ادائے مطلب یا خیالات و جذبات کے اظہار و بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادیت کے شعور سے وجود میں آتا ہے اور چوں کہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اُس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتادِ طبع، فلسفۂ حیات اور طرزِ فکر و احساس جیسے عوامل مِل جُل کر حصّہ لیتے ہیں اور اس لیے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا پرتو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جاتا ہے۔[۱۰]

ہر تخلیق کار کا اپنا ایک طریقہ کار ہوتا ہے اور وہ اس پر چل کر اپنی ذات کا اظہار کرتا ہے۔ اس طرح ہر لکھنے والا اپنے لیے ایک الگ راہ نکالتا ہے اور اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا ہے، اظہار کا یہی انداز و بیان اس کا اسلوب ہے۔ اسلوب کا تعلق کسی فرد کی جدت اور انفرادیت سے ہوتا ہے۔ یہ جدت ہی کسی ادیب و شاعر کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہے اور اسے ایک الگ صاحبِ اسلوب کی حیثیت سے متعارف کرواتی ہے۔ سید عابد علی عابد اسلوب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”اسلوب دراصل فکر و معانی اور ہیئت و صورت یا مافیہ و پیکر کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے۔“[۱۱]

اسلوب مصنف کی سوچ کا آئینہ دار ہوتا ہے بلکہ شخصیات کا تضاد اور ان کی جداگانہ حیثیت اسلوب ہی طے کرتا ہے۔ کسی بھی ادیب و شاعر کے اسلوب پر اس کا عہد بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اسلوب کی اہمیت ادب میں بہت زیادہ

ہے ایک طرح سے کسی ادب پارے کا اسلوب سے وہی رشتہ ہے جو روح کا جسم سے۔ سفر نامہ ایک ایسا نثری بیانیہ ہے جس میں سفر نامہ نگار اپنے محسوسات، مشاہدات، تاثرات اور تجربات کو تحریری صورت میں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ لہٰذا سفر نامہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ دورانِ سفر اپنی ظاہری و باطنی آنکھیں کھُلی رکھے اور گرد و پیش کا بڑی ذہانت اور باریک بینی سے مشاہدہ کر کے اپنے محسوسات کو خوبصورت زبان و بیان سے تحریر کرے۔ سفر نامے میں معلومات کی فراہمی کے ساتھ ساتھ سفر نامہ نگار کا اسلوب بھی اہمیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ اسلوب اس کی ذہنی کیفیات اور جذبات کا بھرپور عکاس ہوتا ہے۔ اس لیے سفر نامے میں گہرا مشاہدہ اور طرزِ بیان یا اسلوب کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور وہ سفر نامے سب سے زیادہ پسند کیے جاتے ہیں جو بہت خوبصورت اندازِ تحریر میں لکھے گئے ہوں۔ سفر نامے میں اسلوب کی اہمیت کے متعلق ڈاکٹر روبینہ شاہین لکھتی ہیں:

> سفر نامہ چوں کہ ہر قاری کی نظر سے گزرنے والی تحریر ہے لہٰذا سفر نامہ نویس کو عام فہم اور سادہ اسلوب استعمال کرنا چاہیے۔ واقعات کے بیان اور زبان پر خاص توجہ کی ضرورت ہے تاکہ عام ذہنی سطح کا آدمی اُسے پڑھ کر لطف اندوز ہو سکے۔ سفر نامے کی زبان جس قدر آسان، سلیس اور عام فہم ہو گی اسی قدر سفر نامہ کامیاب تصور کیا جائے گا۔[۱۴]

سفر نامہ نگاری بھی ایک فن ہے جسے کمال تک پہنچانے کے لیے زبان و بیان کی خوبیوں کا ہونا اشد ضروری ہے جو سفر نامے کو ادبی حُسن بخشتی ہیں۔ ایک سفر نامہ نگار کا اندازِ تحریر ایسا دلچسپ ہونا چاہیے کہ قاری جب اس کی تحریر کا مطالعہ کرے تو اس کو ختم کر کے ہی دم لے۔ آج کے دورِ جدید میں سفر نامہ نگاری میں بھی اسلوب کے مختلف تجربات کیے گئے ہیں۔ ہر سفر نامہ نگار نے سفر نامہ لکھنے کے لیے اپنی پسند کے اسلوب کا انتخاب کیا ہے۔ بعض سفر نامے مزاحیہ اور افسانوی طرز میں لکھے گئے ہیں۔ کچھ نے اپنے سفری تاثرات کو سوانحی پیش کش کے رنگ میں ڈھالا۔ بعض ایسے بھی سفر نامہ نگار ہیں جنھوں نے شاعری کے اسلوب کو اپنایا، صحافیانہ اسلوب کے سفر نامے بھی لکھے گئے ہیں۔

افسانوی اسلوب:

جدید سفر نامے میں اسلوب اور طرزِ بیان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بعض اوقات سفر نامہ ایسی صورتحال اختیار کر لیتا ہے جیسے سفر نامے کا سیاح سفر نامے کا ہیرو ہو اور دورانِ سیاحت ملنے والی ہر لڑکی اس پر عاشق ہے۔ اس حوالے سے مستنصر حسین تارڑ بہت مشہور ہیں۔ وہ ایک سچے سیاح ہیں۔ انہوں نے اپنے سفر ناموں میں قاری کو کمال کی خوبصورت دنیا دکھائی ہے۔ اس کا افسانوی اسلوب زندگی اور اس کی حقیقتوں سے اس قدر قریب ہے کہ ان کے سفر ناموں کے طلسماتی حصار سے نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوی انداز و تحریر سے سفر نامہ کی صنف کو بامِ

عروج تک پہنچایا ہے۔ ان کے سفر ناموں پر افسانوں اور ناولوں کا گمان ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کے سفر ناموں میں شوخی وشرارت بھی پائی جاتی ہے۔

مزاحیہ اسلوب:

سفر نامہ نگار اپنے سفر نامے میں صرف حادثات وواقعات اور خوبصورت مناظر کی منظر کشی ہی نہیں کرتا بلکہ اپنی ذات کو بھی سمو کر کہانی کا تانا بانا بنتا ہے۔ وہ سفر نامے کو دلچسپ اور موثر بنانے کے لیے بہت سے دوسرے حربے بھی استعمال کرتا ہے۔ بعض اوقات افسانوی رنگ، شعری اسلوب اور مزاح کو شامل کر کے سفر نامے میں شگفتگی اور ہنسی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سفر نامہ بظاہر ایک سنجیدہ صنف ہے مگر بعض اوقات سفر نامہ نگار جب زندگی کو غیر متوازن، ناہموار اور اپنے ارد گرد کی بے اعتدالیوں، حماقتوں کو دیکھتا ہے تو وہ اپنی ذات کو شامل کر کے مزاحیہ انداز اختیار کرتا ہے اور یوں سفر نامہ مزاحیہ رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ اس کے علاوہ جب ایک سیاح اپنی تہذیب و معاشرت کا دیگر ممالک کی تہذیب سے موازنہ کرتا ہے تو اس کو غیر سنجیدہ انداز میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ بعض سفر نامہ نگاروں نے لطائف کا سہارا لے کر بھی شگفتگی پیدا کی ہے۔ اردو کے جن مزاح نگاروں نے سفر نامے میں مزاح کے روّیے کو برتا ہے۔ ان میں عطاء الحق قاسمی کا گوروں کے دیس میں (۱۹۷۲ء) اور شوق آوارگی (۱۹۷۷ء)، کرنل شفیق الرحمان کا دجلہ (۱۹۸۰ء)، اختر ممونکا کا پیرس ۲۰۵ کلومیٹر (۱۹۸۳ء) ، ابنِ انشاء کا چلتے ہو تو چین کو چلیے (۱۹۷۰ء)، اور ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں (۱۹۷۴ء)، پطرس بخاری کا سفر لندن (۱۹۸۰ء) وغیرہ۔ یہ سفر نامے مزاحیہ اسلوب کے حوالے سے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ پطرس بخاری کے اسلوب کے حوالے سے ڈاکٹر مرزا حامد بیگ کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

> سفر انگلستان کے متعلق پطرس بخاری کے خطوط بنام امتیاز علی تاج اور ڈاکٹر محمد دین تاثیر میں ہر ہر منظر پر پھلجھڑیاں سی چھوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ پطرس بخاری کے یہ خطوط سفر نامے کی روایت میں اس اعتبار سے ہمیشہ یادگار رہیں گے کہ اس کے بعد اردو سفر نامے میں مزاح کا عنصر لازم وملزوم ہو کر رہ گیا۔ (۱۳)

اردو ادب میں سفر نامے کی صنف کو مقبول بنانے میں جہاں دوسرے ادیبوں کا ہاتھ ہے وہاں مزاح نگاروں نے ان کی مقبولیت میں اضافہ کیا۔ ان سفر نامہ نگاروں نے سفر نامے کو ایک خاص مزاحیہ اسلوب عطا کیا ہے۔ ان کے سفر نامے اپنے اسلوب کی شگفتگی، بیان کی بے ساختگی اور زبان کی شوخی کے اعتبار سے ایک شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے سفر ناموں میں کارٹون کے علاوہ مزاح کے دیگر حربے، تحریف، طنز، ظرافت، مقابلہ، موازنہ وغیرہ سے مزاح پیدا کیا ہے۔

بیانیہ اسلوب:

قدیم سفرناموں میں سیاح اپنے اردگرد سرسری نظر ڈال کر صرف مناظر کی تصویریں ہی پیش کرتے تھے۔ حالات وواقعات کو بیان کرتے ہوئے اپنے جذبات و
احساسات کو پسِ پشت ڈال کر اور خوبصورت مناظر سے خود کو خارج کر کے سفرنامے کو شہروں، تاریخ، جغرافیہ، معاشرت اور لوگوں کی بودوباش کا غیر جذباتی اور غیر تخلیقی بیان بنادیتے تھے۔ ان کے سفرناموں میں معروف شہروں، عمارتوں اور واقعات کا بیان زیادہ ہوتا اور باطنی احساسات اور محسوسات کا بیان، جوکہ سفرنامے کے لیے بہت اہم سمجھا جاتا ہے بہت کم عمل میں آتا تھا۔ اس عہد کے سفرناموں میں محض شہروں کی بنیادی معلومات اور سفر کی صعوبتوں سے آگاہ کیا جاتا تھا۔ تخلیقی تجربے سے ان کے دور کا تعلق بھی معلوم نہیں ہوتا۔ ان سفرناموں کا اسلوب سادہ، سپاٹ، سنجیدہ اور معلوماتی گائیڈ بُک کا سا تھا۔ قدیم سفرنامہ نگار اپنی زیادہ توجہ معلوماتی کوائف جمع کرنے پر صرف کرتے تھے اور حقیقت، حالات و واقعات پر ذاتی تاثرات کو غالب نہیں آنے دیتے تھے۔ ان کا اسلوب سادہ اور بیانیہ کا انداز معلوماتی اور تاریخی ہوتا تھا۔ وہ صرف سفری احوال کی سرگزشت کے بیان کو ہی ضروری سمجھتے تھے اور ان احوال کو بیان کرنے کا انداز خشک اور سپاٹ نثر کا سا ہوتا تھا۔

شعری اسلوب:

سیاح کے لیے نئی زمینیں، نئے مناظر، نئے لوگ اور نئی طرزِ بودوباش ہمیشہ سے پُرکشش اور پُراسرار رہی ہیں۔ یہ سب اس کے لیے کسی عجائب سے کم نہیں، وہ انھیں دیکھ کر بچوں کی طرح مچلتا ہے اور تمام کیفیات کو دل پر محسوس کر کے، اس میں دوسروں کو شامل کرنے کی خاطر تخلیقی عمل سے گزرتا ہے اور اپنے ذاتی تاثرات ومشاہدات کو ادبی اسلوب کے ساتھ سفرنامے کی صورت میں پیش کر دیتا ہے۔ دوسری اصناف کی طرح سفرنامے میں بھی طرزِ تحریر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وہی سفرنامہ کامیاب سمجھا جائے گا جس کا اندازِ تحریر سہل اور عام فہم ہوگا۔ ابتداء سے لے کر اب تک کے سفرنامے مختلف اسالیب میں تخلیق کیے گئے ہیں۔ جدید دور میں سفرنامے کو شعری اسلوب میں پیش کرنے کا انداز بھی نمایاں ہوا ہے۔ بہت سے شاعر سفرنامہ نگاروں نے سفرنامے میں غزل کی شعری روایت کو شامل کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے تاثرات کو شعری وسائل سے پیش کیا ہے۔ بعض اوقات وہ بے ساختہ اور بے تکلف کیفیت میں اشعار اور مفرد مصرعے بھی لکھ جاتے ہیں اور اسی طرح کچھ سفرناموں میں تشبیہہ، استعارہ اور رعایت لفظی کو بھی خوبصورتی سے استعمال کیا گیا ہے جیسے بلدیو مرزا کا سفرنامہ ستروگا(۱۹۸۴ء)، بشریٰ رحمن کا براہِ راست (۱۹۸۳ء)، ، وحیدہ نسیم کا حدیثِ دل (۱۹۸۰ء) اور جمیل الدین عالی کے دنیا مرے آگے اور تماشا میرے آگے (۱۹۷۵ء) خوبصورت شعری اسلوب کا شاہکار ہیں۔ جمیل الدین عالی بنیادی طور پر ایک شاعر بھی ہیں۔ انھوں

نے اپنے سفر ناموں میں شعری اسلوب کا بہترین استعمال کیا ہے اور سفر نامے کے نثری اسلوب کو شعری اسلوب کا جامہ پہنایا ہے۔ جمیل الدین عالی کے شعری اسلوب کی ایک مثال ملاحظہ کیجیے۔ آگے چلو میاں بر لن دکھاؤ۔ مادام کی کوئی بات سناؤ، کوئی سنسنی خیز، چٹپٹی بات یا کسی قحبہ خانہ میں لے چلو یا کوئی غزل سناؤ۔ کیونکہ

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است

صراحیٔ مئے ناب وسفینہ غزل است (۱۴)

وحیدہ نسیم کے سفر نامہ حدیثِ دل کے اسلوب کے متعلق مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

خواتین کے ہی کیا، جملہ حجاز ناموں میں "حدیث دل" کی انفرادیت اس کا اسلوب ہے۔ شعری لحن نے اس میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ (۱۵)

انشائی اسلوب:

ان تمام سفر نامہ نگاروں کے علاوہ چند ایک سفر نامہ نگاروں نے اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہو کر سفر نامے میں دیگر اصناف کو استعمال کرنے کے شاندار تجربات کیے ہیں جیسے ڈاکٹر وزیر آغا نے اپنے سفر نامہ ایک طویل ملاقات (۱۹۷۶ء) کو انشائی مزاج میں تحریر کیا ہے جو نہ صرف قاری کو سفر ہند کی روداد سناتا ہے بلکہ اس میں وزیر آغا کی ذات کے مخفی گوشے بھی آشکار ہوتے ہیں۔

دیکھا جائے تو اردو سفر نامہ زیادہ پرانی صنف نہیں ہے مگر پھر بھی اس نے بہت کم عرصے میں خود کو ایک بڑی اصناف کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں سفر نامے کی مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سفر ناموں میں دیگر غیر افسانوی اصناف کے ساتھ ساتھ افسانوی نثر کا ذائقہ بھی موجود ہے اور قاری ایک وقت میں بہت سی معلومات حاصل کر لیتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فاروقی، احسن، فکشن اور تکنیک، مشمولہ سیپ، شمارہ ۲۹، کراچی، ص ۱۹۳۔

۲۔ شفیع عقیل، زندگی بھر کہاں، بک ہوم، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص:۹۔

۳۔ محمد شہاب الدین، اردو میں حج کے سفر نامے، بھارت آفسیٹ، دہلی، س۔ن۔، ص:۴۲۔

۴۔ نازلی رفیعہ سلطان، سیر یورپ، یونین اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۰۸ء، ص:۱ (تمہید)۔

۵۔ قدسیہ قریشی، ڈاکٹر، اردو سفر نامے انیسویں صدی میں، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۸۷ء، ص:۲۶۔

۶۔ انور سدید، اردو ادب میں سفر نامہ، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص:۴۴۳۔

۷۔ طیب علی، عبد الرسول، تذکرۂ سیفی (مرتبہ)، (جبل پور: مطبع نادری، ۱۹۳۰ء)، ص:۳۔

۸۔ رحمٰن مذنب،(مقدمہ)اردو میں سفر نامہ از ڈاکٹر انور سدید، ص:۲۰۔۲۱۔

۹۔ انور سدید، اردو سفر نامے کی مختصر تاریخ، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص:۴۱۳۔

۱۰۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص:۱۳۔

۱۱۔ سید عابد علی عابد، اسلوب، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص:۳۶۔

۱۲۔ روبینہ شاہین، سفر نامے کے بنیادی مباحث، مشمولہ، خیابان،(خزاں ۲۰۱۴ء)، ص:۱۷۰۔

۱۳۔ مرزا حامد بیگ، اردو سفر نامے کی مختصر تاریخ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، ص ۹۱۔

۱۴۔ عالی، جمیل الدین، تماشا مرے آگے، غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص:۵۷۔

۱۵۔ مرزا حامد بیگ، اردو سفر نامے کی مختصر تاریخ، ص:۳۵۔

References in Roman Script:

1. Farooqi, Ahsen, Fiction aur technique, mishmoola, seep, karachi, shumara 29, p,193
2. Shafi Aqeel, Zindagi bhar kahan, Book Home, Lahore, 2006, p,9
3. Muhammad Shahabudeen, Urdu mein Haj k Safar namay, Ofset, Dehli, P42
4. Nazli Rafia Sultan, Sair e Europe, union steem press, Lahore, 1908, P, Tamheed
5. Qudsia Qureshi, Doctor, Urdu safar namay uneeswen said mein, P26
6. Anwar Sadeed, Urdu Adab mein safar nama, Magharabi Pakistan urdu academy, 1987, p443
7. Tayyab Ali, Abdul rasul, Tazkara e Saifi, Muratab, matab nadri, Jabal pur, 1930, p3
8. Rehman Muznab, muqadma, urdu me safar nama, anwar sadeed, Doctor, p20, 21
9. Anwar sadeed, Doctor, Urdu safarnamay ki mukhtasar tareekh, p413
10. Hafeez sidiqui, Abu al ejaz, Kashaf Tanqidi istelahat, p13
11. Syed Abid Ali Abid, usloob, majlis e taraqi adab, 1971, p36
12. Rubina Shaheen, safarnamay k buneyadi mubahis, mishmoola Khyaban, Khizan 2014, p170
13. Mirza hamid Baig, urdu safar namay ki mukhtasar tareekh, p91
14. Aali, Jameel udeen, tamasha mery agay, Ghulam ali and sons, Lahore, 1975, p57
15. Mirza hamid Baig, urdu safar namay ki mukhtasar tareekh, p35